نئی دنیا کس طرح تعمیر کی جا سکتی ہے

از

جناب جسٹس ڈاکٹر چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب

جج آف دی انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس

ملنے کا پتہ

مکتبہ تریاق ایمن آباد

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف
پیرومرشد نواب صاحب بہاولپور

نورِ حق جلوہ نما ہے دامنِ آفاق سے
ختم ہوگا زہرِ باطل کا اسی تریاق سے

ماہنامہ **تریاق** لاہور

ایڈیٹر
مبارک احمد خاں
ایمن آبادی

جلد ۵	بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۵۵ئہ	نمبر ۷ و ۸

نئی دُنیا کس طرح تعمیر کی جاسکتی ہے

آج سے پندرہ برس پہلے ۲۶ مئی ۱۹۴۱ئہ آنریبل ڈاکٹر جسٹس چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے شملہ سے بعنوان "نئی دُنیا" ایک تاریخی تقریر براڈکاسٹ فرمائی جو افادہ ناظرین کے لئے پیش کی جاتی ہے

اِس وقت مشرق و مغرب میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ موجودہ جنگ کے بعد ایک نئی دُنیا کی بنیاد ڈالی جائے۔ اگر ایک طرف محوری طاقتیں اس بات کی دعویدار ہیں کہ وُہ ایک نئے نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں تو دوسری طرف جمہوریتیں اعلان کر رہی ہیں کہ اس جنگ کے بعد وُہ ایک نئی دنیا بسانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی نئی دنیا کے بسانے کی ضرورت کیا ہے۔

کیا موجودہ نظام دُنیا کے سر زبردستی مڑھ دیا گیا تھا یا دُنیا غفلت میں ایسے رستہ پر چل رہی تھی جو خرابی پیدا کرنے والا تھا کہ اب دوبارہ ایک نئی دنیا بسانے کی ضرورت کا احساس ہوا؟ یا کیا جس مقصد کو اس نے چنا تھا، اس کی خرابی اس پر واضح ہو گئی ہے کہ وہ اب ایک نیا مقصد اور نیا راستہ اختیار کرنا چاہتی ہے جہاں تک علمی اور مادی ترقی کا سوال ہے، آج کی دنیا دو تین سو سال پہلے کی دنیا سے یقیناً بڑھ کر ہے۔ علم پہلے سے زیادہ ہے۔ صنعت و حرفت کی ترقی پہلے سے زیادہ ہے۔ ایجادات کا باب وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ غرباء کے حقوق کا پہلے سے زیادہ خیال رکھا جا رہا ہے اور زمین کے مخفی خزانوں کو کھول کر رکھ دیا گیا ہے۔

غرض دولت، حصولِ دولت، اور استعمالِ دولت کے لحاظ سے آج کا انسان دو تین سو سال پہلے کے انسان سے یقیناً بہتر ہے۔ پھر تبدیلی کی خواہش بنی نوع انسان کے قلوب میں کیوں ہے اور کیوں قومیں ایک دوسری سے برسرِ پیکار ہیں؟ دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ انہی اقوام کو دیکھ لو جو اس وقت جنگ میں شریک ہیں۔ کیا آج کا جرمنی علم، طاقت اور اپنی دولت کے لحاظ سے گزشتہ صدی کے جرمنی سے پیچھے ہے یا کیا آج کا اٹلی گزشتہ صدی کے اٹلی سے کم ترقی یافتہ ہے یا کیا آج کا جاپان گزشتہ صدی کے جاپان سے پسماندہ ہے۔ ان ممالک پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آج کے جرمنی، آج کے اٹلی اور آج کے جاپان کے مقابلہ میں گزشتہ جرمنی، اٹلی اور جاپان ایسے ہی تھے جیسے سمندر کے مقابلہ میں تالاب، پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تمام ممالک پہلے سے کئی گنا زیادہ ترقی کر چکے

ہیں تو ان کے قلوب میں وہ بے چینی کیوں پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے انھوں نے اپنے ہمسایہ ممالک کا چین چھین رکھا ہے؟ اگر ہم واقعات پر غور کریں تو اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتے ہیں کہ ان کے قلوب میں یہ بے چینی اپنی گزشتہ حالت پر نظر ڈالنے سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ بعض دوسرے ممالک کو دیکھ کر پیدا ہوئی ہے جو گزشتہ دو تین سو سال میں ترقی کر گئے ہیں۔ ان کو یہ شکوہ نہیں کہ ان کے ملک کے باشندوں کے لئے رہنے کی کوئی جگہ نہیں رہی بلکہ انھیں شکوہ ہے تو یہ کہ دوسری اقوام پر حکومت کرنے کے انھیں ویسے سامان میسر نہیں جیسے بعض دوسری حکومتوں کو حاصل ہیں۔ اگر محض رہنے کی جگہ کا سوال ان تمام جھگڑوں کی اصل بنیاد ہوتا تو چاہیئے تھا کہ یہ تمام اقوام افزائشِ نسل کی تدابیر پر زور نہ دیتیں مگر حالت یہ ہے کہ جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس رہنے کے لئے جگہ نہیں، وہی افزائشِ نسل پر زور دے رہے ہیں، چنانچہ جرمنی افزائشِ نسل پر زور دے رہا ہے۔ اٹلی افزائشِ نسل پر زور دے رہا ہے اور جاپان بھی ایک حد تک اپنی آبادی بڑھانے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ لڑائی اور جھگڑوں کی وجہ یہ نہیں کہ ان کے پاس اپنے ملک کے باشندوں کے لیے جگہ نہیں رہی بلکہ یہ ہے کہ وہ بعض اور اقوام پر حکومت کرنے کے خواہشمند ہیں، اور اس طرح اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانا چاہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ جن قوموں میں بیداری پیدا ہو چکی ہے، ان کی اس خواہش کو طاقت سے روکنا بالکل ناممکن ہے کیونکہ طاقت سے ایک خواہش دبائی تو جا سکتی ہے مگر کلیۃً مٹائی نہیں جا سکتی، گزشتہ جنگِ عظیم کے بعد یہ خیال کیا گیا تھا کہ جنگ کے امکانات اب

ایک لمبے عرصہ تک ہٹا دیئے گئے ہیں مگر یہ توقع پُوری نہ ہوئی اور پوری ہو بھی نہیں سکتی تھی، کیونکہ جب تک افکار میں محبّت کی لہریں نہ اُٹھ رہی ہوں جب تک دل تباغض اور تحاسد سے پاک نہ ہوں، اس وقت تک یہ امید رکھنا کہ تمام قومیں اپنی ہمسایہ اقوام سے صلح اور محبت کے ساتھ رہیں گی، ایک ایسی خواب ہے جو شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتی۔

پس ایک نئی دُنیا کی تعمیر کے لئے سب سے پہلے دلوں کی اصلاح کی ضرورت ہے، معاہدات کی پابندی کی ضرورت ہے اور اخلاق کی صفائی کی ضرورت ہے حقیقت یہ ہے کہ قوموں اور حکومتوں میں سے اس وقت تک برائیوں کا عنصر نہیں مٹ سکتا جب تک وُہ اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کو محسوس نہ کریں کیونکہ جس طرح افراد کے لئے حرص، لالچ، ظلم اور جھوٹ نقصان دہ ہیں اسی طرح قوموں اور ملکوں کے لئے بھی نقصان دہ ہیں اور جس طرح اچھے فرد کے لئے جو سوسائٹی کے لئے اپنے آپ کو مفید وجود بنانا چاہتا ہے، ضروری ہے کہ وہ کمزور کی مدد کرے اسی طرح قوموں، ملکوں اور حکومتوں کے لئے بھی اس بات کی ویسی ہی ضرورت ہے جب تک دُنیا کی اقوام اور دُنیا کی حکومتیں اس بات کو مدنظر نہیں رکھیں گی اس وقت تک اس نئی دُنیا کی تعمیر نہیں ہو سکتی جس کی خواہش لوگوں کے قلوب میں پائی جاتی ہے۔

اسی جنگ کو دیکھ لو، اس جنگ کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ حکومتیں اپنے ملکوں پر قانع نہیں اور وہ چاہتی ہیں کہ اپنے ملکوں اور اپنی سرحدوں سے پار دوسرے ممالک پر حکومت کریں اور ان کے مال اور دولت سے فائدہ اُٹھائیں۔

اب اس نقص کو سوائے اخلاق کی درستی کے ہم کس طرح دور کر سکتے ہیں۔ اگر طاقت سے ایک وقت اس نقص کو دبا بھی دیا جائے گا تو لازماً کچھ عرصہ کے بعد وہ کسی اور شکل میں کسی اور قوم میں ظاہر ہو جائے گا۔ اگر دُنیا یہ فیصلہ کر لے کہ وُہ ہمیشہ اصول اخلاق کے تابع رہے گی تو یقیناً ملک گیری کی ہوس نہ صرف ایک قوم کے دل سے بلکہ تمام قوموں کے دلوں سے، اور نہ صرف ایک وقت کے لئے بلکہ ہمیشہ کے لئے مٹ جائے۔

وہ مقدس کتاب جس کے پیروؤں میں شامل ہونے کا مجھے فخر حاصل ہے اس نے اس بارہ میں ایک نہایت ہی اعلیٰ تعلیم دی ہے، اور وہ یہ ہے۔ لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجاً منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ورزق ربک خیر و ابقٰی۔ یعنی چاہیئے کہ کوئی قوم اس مال و دولت کی فراوانی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے جو ہم نے دوسری اقوام کو دی ہوئی ہے۔ یہ محض ظاہری دُنیا کی زیبائش کی چیزیں ہیں اور ہم نے جو حکم دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اقوام کی اندرونی قابلیتوں کو ظاہر کرنے کے دُنیا میں سامان موجود ہیں یعنی ہر قوم اور ملک کے لئے ان کی ذاتی قابلیتوں کے اظہار کے لئے الگ الگ سامان موجود ہیں۔ پس انھیں نہیں چاہیئے کہ وہ دوسری قوموں کی دولت کی طرف حریصانہ نگاہوں سے دیکھیں۔ اسی طرح وہی مقدس کتاب فرماتی ہے کہ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا — یعنی تم اس عورت کی طرح مت بنو جو سوت کات کات کر ڈھیر کرتی رہتی اور جب اچھی مقدار میں سوت جمع ہو جاتا تو بجائے اس سے کپڑے بنوانے کے اس

کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی اور سوت کے فائدہ سے محروم رہتی۔ گویا اس کی کوشش اور مال سب اکارت جاتا۔

اس مقدس کتاب نے یہ مثال درحقیقت ان لوگوں کی بیان کی ہے جو دوسرے ممالک سے معاہدہ تو کرتے ہیں مگر بعد میں ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور اس کے اندرونی نظام میں رسوخ اور نفوذ پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح معاہدات کی اصل غرض پوری نہیں ہوتی اور جس طرح تاگے کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر گرہ باندھنا مشکل ہوتا ہے، اسی طرح معاہدات کی اصل غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم یہ کہتا ہے ـــــ کہ اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں امن قائم ہو تو تمہارے تمام معاملات اور معاہدات کی یہ غرض ہونی چاہیئے کہ کمزوروں کو ترقی دی جائے۔ غرض یہ دونوں ایسے زرّیں اصول ہیں کہ اگر دنیا ان پر عمل کرے تو وہ تمام قسم کے فسادات سے محفوظ ہو جائے اور ایک ایسی نئی دنیا بن جائے جو موجودہ دنیا سے نرالی، تمام فتنوں سے پاک اور صلح اور محبّت سے پُر ہو۔

پس نئی دنیا کی بنیاد موجودہ سیاست پر نہیں اٹھ سکتی بلکہ نئی دنیا کی بنیاد صرف اور صرف اخلاق فاضلہ پر ہو گی اور اسی وقت یہ نئی دنیا قائم ہو گی، جب بنی نوع انسان یہ فیصلہ کر لیں گے کہ حکومتیں بھی اخلاق کے تابع رہیں گی اور مختلف ناموں اور بہانوں سے ضابطۂ اخلاق کو پامال کرنے کی کوشش نہیں کریں گی۔ جب تمام بنی نوع انسان اس مسلک کو اختیار کر لیں گے اور جن سے اس بارہ میں کسی قسم کی غلطی ہو گی، وہ اپنی اصلاح کر لیں گے تب یقیناً ایک

ایسا نظام قائم ہو گا جو پائدار ہو گا اور جس میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہو گا۔

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ حرص اور لالچ جو اس وقت دنیا کو برباد کر رہے ہیں، ان کو دور کرنے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کی جائیں تاکہ ان تدابیر کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں وہ صفائی پیدا ہو جس کا بنی نوع انسان کے قلوب میں پیدا ہونا ضروری ہے۔

میرے نزدیک اس غرض کے لئے جن تدابیر کو اختیار کرنا ضروری ہے وہ یہ ہیں :ـــ

اوّل، یہ کہ سُود کو دنیا سے بالکل مٹا دیا جائے۔ سود کے کاروبار نے مال جمع کرنے کی حرص کو بہت بڑھا دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب حرص بڑھ جائے تو وہ کئی قسم کی خرابیاں پیدا کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔ اس وقت قوموں اور حکومتوں میں جو لڑائی جاری ہے، اس کی بڑی وجہ بھی سود ہی ہے۔ پھر سود کے ذریعہ دنیا کی دولت چند ہوشیار آدمیوں کے ہاتھ میں آ جاتی ہے اور جب وہ اپنے ملک میں ترقی کے ذرائع کو محدود دیکھتے ہیں ـــ تو غیر ملکوں کو لوٹنے کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس طرح سود کئی قسم کے فسادات کا موجب بن جاتا ہے۔ میرے نزدیک دنیا کے تاریک ترین دنوں میں سے ایک وہ دن بھی تھا جب دنیا نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک سود وہ بھی ہے جو غریبوں سے لیا جائے اور ایک سود وہ ہے جو تجارت پر لیا جائے، حالانکہ حق یہ ہے کہ یہ دونوں ناجائز اور دونوں ہی لعنت کا موجب ہیں۔ وہ سود جو غریبوں سے لیا جاتا ہے، وہ افراد کے لئے لعنت ہے

اور وہ سُود جو تجارت پر لیا جاتا ہے وُہ قوموں اور حکومتوں کے لئے لعنت ہے۔ اسلام نے آج سے ۱۳½ سو سال پہلے بتا دیا تھا کہ وہ سود بھی حرام ہے جو غریبوں سے لیا جاتا ہے اور وُہ سُود بھی حرام ہے جو تاجروں سے لیا جاتا ہے اور قرآن نے صاف طور پر فرما دیا تھا کہ اگر دُنیا سود سے باز نہ آئی تو اس کا نتیجہ جنگ ہو گا اور اس زمانے کے حالات بتا رہے ہیں کہ قرآن نے جو کچھ کہا وُہ سچ کہا۔

مَیں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اسلام تجارتی کاروبار سے نہیں روکتا مگر اسلام نے ایسے قانون بنا دیئے ہیں کہ جن سے سُود کے مضرات سے انسان بچ سکتا اور زیادہ سے زیادہ قومی اور انفرادی فوائد حاصل کر سکتا ہے۔

دُوسرے چاہیئے کہ روپیہ جمع کرنے کے امکانات کو محدود کر دیا جائے کیونکہ اس سے حرص بڑھتی ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ جس کے پاس روپیہ جمع ہو اس کے راس المال پر حکومت ٹیکس لگا دے۔ اس طرح ایک طرف تو روپیہ جمع نہیں رہے گا اور دوسری طرف جمع شدہ روپیہ کے ٹیکس کی آمد سے قوم کے کمزور افراد کی ترقی کے لئے سامان مہیا ہوتے رہیں گے۔

تیسرے یہ کہ قانون جو بعض ممالک میں رائج ہے کہ ورثہ صرف بڑے بیٹے کو دے دیا جاتا ہے، اس کو منسوخ کر دینا چاہیئے، کیونکہ یہ قانون دوسرے کے تفوق کا خیال دل میں پیدا کرتا ہے اور دوسری طرف چند افراد کو ایسی قوت دے دیتا ہے جو دوسرے افراد کو حاصل نہیں ہوتی —— یہ

اور اسی قسم کے اور قانون جو وراثت کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ ان کی اصلاح ہونی چاہیئے تاکہ اگر کسی وقت دُنیا مال و دولت میں ترقی کرے تو وہ مال و دولت لازماً کچھ عرصہ کے بعد تمام افراد میں تقسیم ہو جایا کرے اور دوبارہ بڑے خاندان چھوٹے خاندانوں کی صف میں آ جایا کریں تاکہ ایک دو نسلوں کے بعد وہی لوگ ترقی کر سکیں جن کے اندر ذاتی قابلیت پائی جاتی ہو۔

چوتھے یہ ضروری ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو برابر قرار دیا جائے اور کسی کو برتر نہ سمجھا جائے۔ اس کے نتیجہ میں ایک قوم کے دل میں دوسری قوم پر اور ایک نسل کے دل میں دوسری نسل پر حکومت کرنے کا خیال پیدا نہیں ہو گا۔

پانچویں یہ ضروری ہے کہ حکومت سب افراد کے کھانے، پینے، پہننے، رہائش، تعلیم اور علاج کا انتظام کرے۔ اس وقت ہزاروں لوگ دُنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں جن کے اندر قابلیت کے جوہر پائے جاتے ہیں مگر مناسب سامان میسّر نہ آنے کی وجہ سے ان کے جوہر ظاہر نہیں ہوتے۔ اگر حکومت اپنی طاقت اور اختیارات سے تمام لوگوں کی ان ضروریات کو خود پُورا کرے تو ہزاروں لاکھوں لوگ ایسے پیدا ہو سکتے ہیں جن کے اندر ترقی کی قابلیت تو ہوتی ہے مگر مناسب سامان نہ ملنے کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتی۔

چھٹے یہ ضروری ہے کہ نقد روپیہ کے بجائے تبادلۂ اشیاء کے طریق کو

زیادہ رائج کیا جائے تاکہ مالدار لوگ غریب ممالک کو لوٹ نہ سکیں۔

اگر ان اصولوں کو دنیا میں قائم کر دیا جائے تو انسانی قلوب کو لالچ سے آزاد کر دیا جائے اور تمام اقوام آپس میں محبت اور پیار سے رہنے لگ جائیں تو یقیناً نئی دنیا بن سکتی ہے۔

اسی طرح نئی دنیا کے قیام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آئندہ سب حکومتیں نفسی نفسی کی پالیسی کو جو اب ان میں رائج ہے ترک کر دیں اور سب مل کر عہد کریں کہ اگر کوئی طاقتور حکومت کسی کمزور ملک پر حملہ آور ہو گی تو اوّل تو وہ صلح کرانے کی کوشش کریں گی، ورنہ ساری فوجی طاقت ظالم کو ظلم سے روکنے میں صرف کر دیں گی اور جب تک اُسے روک نہیں لیں گی، اُس وقت تک چین نہیں لیں گی ــــ اگر آج سے چند سال پہلے جب اٹلی نے حبشہ پر حملہ کیا تھا اس اصل کو اختیار کیا جاتا تو یقیناً آج کی جنگ نہ ہوتی اور جو آج جانی اور مالی نقصان ہو رہا ہے، اس سے ہزاروں حصہ کم نقصان اُٹھا کر امن ایک لمبے عرصہ کے لئے قائم ہو جاتا۔

یہ وہ تدابیر ہیں جن پر عمل کرنے سے امن قائم ہو سکتا ہے اور بغیر ان تدابیر کے ایک نئی دُنیا کے قیام کی خواہش محض ایک نئی دُنیا کے قیام کی خواہش محض ایک وہم ہے جو کبھی پورا نہیں ہو سکتا مگر ان ظاہری تدابیر کے ساتھ ایک اور اصل اور یقینی ذریعہ جس سے نئی دُنیا پیدا ہو سکتی ہے، یہ ہے ـــــ کہ

تمام بنی نوع انسان اس خدائے قدیر و حکیم کی طرف جھکیں جو تمام دُنیا کو پیدا کرنے والا ہے، اور اس سے عرض کریں کہ:

(اے رحمتوں اور فضلوں والے خدا! تو نے ہم کو ہر قسم کے سامان بخشے مگر ہم نے ان سے فائدہ نہ اٹھایا اور انہی سامانوں کو اپنے لئے زحمت اور عذاب کا موجب بنا لیا۔ اب ہم تیرے رحم کے طلبگار ہیں۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ تیری طرف اپنی نظر رکھیں گے اور تیری خالص توحید کا اقرار کریں گے۔ تو ہم پر رحم فرما اور اس دُنیا کو آرام اور سکون کی جگہ بنا تاکہ وُہ نیا نظام قائم ہو جس سے دنیا کے لوگوں کے تمام دُکھ اور تکلیفیں دُور ہو جائیں اور اگر وُہ نیا نظام قائم ہو چکا ہے تو ہماری توجہ اس کی طرف پھرا دے اور ہمیں اس کو قبول کرنے کی توفیق بخش۔)

آمین ثم آمین